توحید و رسالت کے مقام کو واضح کرنے والے

فکر انگیز مقالے

از غزالیٔ زمان، رازیٔ دوراں،

امام اہلسنت قطب الاقطاب

حضرت علامہ سید احمد سعید الکاظمی قدس سرہ العزیز

مواعظِ کاظمیہ

(حصہ اول)

مؤلف مرتب محشی

محمد سراج احمد السعیدی القادری

جامعہ سعیدیہ عزیز العلوم رجسٹرڈ [illegible] شریف

بہاولپور

محمد الیاس کاظمی نقشبندی
0301-7631192

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مادیت پرستی کی دلدل سے نکالنے والے، روحانی وایمانی جلا بخشنے والے
توحید و رسالت کے مقام کو واضح کرنے والے، فکر انگیز مقالے
از غزالی زماں، رازی دوراں امام اہلسنت
قطب الاقطاب
حضرت علامہ سید احمد سعید الکاظمی قدس سرہ العزیز

مواعظِ کاظمیہ

(حصہ اول)

① توحید و اتباع رسول ۷ ② حدیث قرطاس کی وضاحت ۳۲
③ بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز ۳۷ ④ انبیاء کرام کی موت اختیاری یا اضطراری ۴۵

مؤلف، مرتب ومحشی
حضرت مولانا محمد سراج احمد السعیدی القادری
ناظم اعلیٰ جامعہ سعیدیہ عزیز العلوم، وخطیب جامع مسجد غوثیہ اوچشریف
0301-7793990

ناشر
جامعہ سعیدیہ عزیز العلوم رجسٹرڈ اوچشریف
بہاولپور

۷۸۶
۹۲

نام کتاب ——— مواعظِ کاظمیہؒ
تالیف ——— محمد سراج احمد سعیدی القادری
کتابت ——— ریاض شاہد واہی حسین، انقلاب پرنٹنگ پریس احمد پور شرقیہ، فون نمبر ۷۱۵۹۷
مطبع ——— روحانی پریس ملتان
تعداد ——— ایک ھزار
بار اوّل ——— ۱۶، فروری ۱۹۹۵ء

ھدیہ :- ۱۶ روپے، (روپے)

مختصر تعارف

مؤلف کتاب ھذا

اسمِ گرامی ——— (سراج اہلسنت علامہ) محمد سراج احمد
لقب ——— السعیدی القادری
ذات ——— بلوچ چانڈیہ

ولادت۔ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۹۵۱ء بروز منگل بوقت نماز فجر ...چشریف کے علاقہ میں۔

والدماجد کا اسم گرامی۔ حضرت مولانا نور محمد صاحب وصال ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بروز جمعرات بوقت نماز عصر۔

آغاز تعلیم فارسی وعربی ۱۹۶۳ء در مدرسہ مدینۃ العلوم فیض آباد وجامعہ فیضیہ رضویہ ...دپور شرقیہ، دورۂ حدیث ۷۲-۱۹۷۱ء در مدرسہ انوار العلوم ملتان شیخ الحدیث ...مہ مشتاق احمد صاحب کی طلب پر۔ دورۂ حدیث کے امتحان نتیجہ کی پوزیشن، بخاری اول (۸۰) ...اری دوم (۸۵) مسلم اول (۷۵) مسلم دوم (۷۰) ترمذی (۹۰) نسائی (۹۰) ابوداؤد (۸۵) ابن ماجہ (۸۵) ۶۶۰/۸۰۰ فرسٹ پوزیشن اور سنٹر میں اول۔ تاریخ حصول سند ...ورۂ حدیث شریف ۷ ربیع اول ۱۳۹۴ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۷۴ء بروز پیر ۱۹۷۸ء ...یں الشہادۃ الثانویہ العامہ (میٹرک) کا امتحان دیا ۷۰۰/۱۰۰۰ نمبر حاصل کر کے ممتاز کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں الشہادۃ الثانویہ الخاصہ (ایف اے) کا امتحان دیا ۸۰۰/۱۰۰۰ نمبر حاصل کر کے ممتاز مع الشرف کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۴ء میں الشہادۃ العالیہ (بی اے) کا امتحان دیا ۷۰۰/۹۰۰ نمبر حاصل کر کے ممتاز کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۶ء میں الشہادۃ العالیہ فی العلوم العربیہ ...الاسلامیہ (ایم اے عربی واسلامیات) کا امتحان دیا ۳۸۰/۷۰۰ نمبر حاصل کر کے ...جید کی ڈگری حاصل کی۔

پہلی تصنیف۔ جو طالب علمی کے زمانہ لکھی تھی۔ رسالہ فضائل درود شریف مطبوعہ۔
سعادت عمرہ و حج بیت اللہ ۱۹۹۲ء۔ سعادت عمرہ۔ ماہ رمضان المبارک ۱۹۹۴ء

از قلم: ملک ممتاز احمد زاہد (گولڈ میڈلسٹ)
مدیر اعلیٰ: ماہنامہ سنہرا بہاولپور

پیش لفظ

ساری تعریفیں اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کے لئے اور لاتعداد درود وسلام اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول حضرت سیدنا ومولانا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر، بعدہٗ فقیرِ پُرتقصیر نے اس رسالہ "توحید اور اتباع سلسلہ مواعظِ کاظمیہ" سے قبل بھی، حضرت غزالی زماں امام اہلسنت قدس سرہٗ کی تقاریر کو منتقل کیا تھا۔ "صدائے کاظمی" کے نام سے حضرت موصوف کی تقریروں پر مُشتمل یہ رسالہ آپ کی حیات مستعار میں جامعہ سعیدیہ غوثیہ اکبریہ، دربارِ پیر محمد اکبر شاہ سے شائع ہوا اس رسالہ میں مندرجات من وعن حضرت والا شان کی ادائیگی کے مطابق تھے۔ چند ماہ کی مُدت قلیلہ میں یہ رسالہ ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، ملک کے مختلف منطقوں سے احباب کے تحسینی خطوط موصول ہوئے اور مبارکبادی کے پیغام آئے۔

برادرِ طریقت مولانا حافظ محمد فاروق خان سعیدی نے ہمارا یہ رسالہ، تبصرہ کے لئے متعدد جرائد و ماہناموں کو بھیجا، اس رسالہ کے مضامین کو ماہنامہ ضیائے حرم کے ایڈیٹر نے سلیس اردو کا جامہ پہنا کر اپنے ماہنامہ میں صرف "بشکریہ صدائے کاظمی" لکھ کر پیش کر دیا۔

پھر اس مضمون کو ایک دوست نے "ذکرِ حبیب" کے نام سے چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا کچھ عرصہ بعد پھر ایک عزیز نے مقصودِ کائنات کے نام سے اسی مضمون کو شائع کیا۔ البتہ اس نے یہ درج کر دیا کہ حضرت کا یہ خطاب فلاں جگہ پر ہوا تھا، لیکن ضیائے حرم اور ذکرِ حبیب والوں کی طرح اس عزیز نے بھی

...الحروف کا نام تک نہ لیا، پھر مقالات کاظمی حصہ سوئم دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں بھی یہ مضمون بغیر کسی ناقل کے نام کے درج تھا ممکن ہے کہ کسی اور نے بھی اس مضمون کو شائع کرنے کی جسارت کی ہو، مجھے اس مضمون کے ناشرین پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے، قابل اعتراض بات یہ ہے کہ جس نے ٹیپ کی پٹی سے حروف کو عملی جامہ پہنایا اور اپنا وقت صرف کر کے ایک ایک حرف کو زیب قلم و قرطاس بنایا۔ اسکو بالکل نظر انداز کر دیا گیا اور اس کی محنت شاقہ کا اعتراف نہ کیا گیا۔ ناشرین کے اس رویہ کے پیش نظر ہم اپنے اس رسالہ "توحید اور اتباع رسول" کے جملہ حقوق اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ ہمارے اس رسالہ کے کسی مضمون کو کسی بھی صورت میں چھاپنے کا حق کسی ناشر و مدیر کو نہیں ہے خلاف ورزی کرنے والا خود جواب دہ ہوگا۔

اس رسالہ میں صرف نفس مضمون کا تعلق حضرت قبلہ غزالی زماں علیہ الرحمۃ والغفران کی ذات ستودہ صفات سے ہے، بعض مقامات پر حسب ضرورت فقروں میں ترمیم و اضافہ کاتب الحروف کی طرف سے ہے، اور اس میں لغزش کا احتمال ہو تو اسے فقیر کی طرف منسوب کیا جائے، حضرت والا کی ذات کو اس سے مبرا تصور کیا جائے، امید ہے کہ فاضل علمأ اغلاط کی تصحیح کرا دیں گے۔

یہ رسالہ حضرت مرشد کریم نور اللہ مرقدہٗ کے چار مضامین پر مشتمل ہے

(۱) کاتب الحروف نے پہلا مضمون کیسٹ سے اتارا ہے جسکو "توحید اور اتباع رسول" کا عنوان دیا گیا ہے۔

دوسرا مضمون۔ حدیث قرطاس کی وضاحت ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی شمارہ ۷، ۱۹۷۹ء سے بتغیر یسیر لکھا گیا ہے۔

یہ مضمون بھی کیسٹ سے اتارا ہے یہ کیسٹ برادرم سعیدی

جلالپوری سے عاریۃً موصول ہوئی تھی یہ مضمون حدیث قرطاس کے بارے میں

تیسرا مضمون ، بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز - ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی سے نقل کیا ہے ۔

چوتھا مضمون - انبیاء کرام کی موت اختیاری یا اضطراری بھی فقیر کی تالیف "صدائے کاظمی" کے ایک مضمون کا خلاصہ ہے ۔

ان شاء اللہ آئندہ بھی حضرت والا کی تقاریر کو "مواعظِ کاظمیہ" کے نام سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا ۔

اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ وہ بے نیاز ہماری اس محنت و خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے اور قارئین کے لئے ہدایت ومنفعت کا سبب بنائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

خادم الاسلام والمسلمین

محمد سراج احمد خان السعیدی القادری 03017773990

خطیب جامعہ غوثیہ وناظم مدرسہ سعیدیہ عزیز العلوم - فون [illegible]

اوچشریف ، بہاولپور

۱۵ ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۵ھ

توحید اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا[1] ۰

ترجمہ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ھُدیٰ اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کردے اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کافی گواہ ہے،

عزیزانِ محترم! یہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی، عرفانی وجدانی، نُورانی اور بابرکت محفل ہے[2]، میں نے کل بھی گذارش کی تھی کہ ربیع الاول شریف کے عظیم المرتبت ماہ مقدس میں اس قسم کی محافل نہایت بابرکت اور موجب ہزار فلاح و رحمت ہیں۔

اللہ تعالےٰ جل جلالہ و عم نوالہ، کا ذکرِ خیر جہاں بھی ہوتا ہے اور اس کے پیارے حبیب آقائے نامدار تاجدار مدنی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد جہاں بھی ہو وہاں اللہ تعالےٰ کی رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں[3]

اس میں شک نہیں کہ یہ محافل بہت بابرکت اور ان محافل میں شرکت باعث سعادت ہے، کسی سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں، بس صرف اپنے جذبۂ محبت اور ذوق عقیدت کے پیشِ نظر کچھ کلمات عرض کرونگا اور دُعائے خیر

---

[1] القرآن پ ۲۶ الفتح آیت ۲۸ - [2] اس محفل میلاد کا انعقاد شارجہ یعنی متحدہ عرب امارات میں ہوا تھا)

[3] بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۹۷ قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ، القرآن

کا طالب ہونگا، اللہ تعالےٰ کلمۃ الحق کو میری زبان پر جاری فرمائے اور حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

قبل اس سے کہ آیت کریمہ کے مضامین پر کچھ کلام کروں، بطور تمہید چند باتیں عرض کرتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر نبی و رسول، اللہ تعالےٰ کی طرف سے ھُدیٰ لے کر آیا، قرآن مجید میں ہے،

اولٰئك الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[۴] ط

ترجمہ:۔ (یہ) وہی حضرات ہیں جن کو اللہ نے ھُدیٰ عطا فرمائی تو آپ (بھی) ان کے طریقے پر چلیں "

جن انبیاء کرام کا ذکر ہم نے کیا ہے یہ وہی محبوبان خدا ہیں، جنکو اللہ تعالےٰ نے ھُدیٰ دے کر بھیجا، ہمارا ایمان ہے کہ ہر پیغمبر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ھُدیٰ لیکر جلوہ گر ہوا، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ایسے وقت میں ہوئی جو، " علیٰ فترۃ من الرسل[۵] " (یعنی، مدتوں سے رسولوں کی آمد رُکی ہوئی تھی) کا زمانہ تھا، انبیاء کرام علیہم السلام کا جلوہ گر ہونا منقطع ہو چکا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی و رسُول نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انقطاع نبوت کا دور تھا اور علیٰ فترۃ من الرسل کا زمانہ تھا۔ جس کا عرصہ تقریباً پانچ

---

[۴] القرآن پ۷ الانعام آیت ۹۰ ، [۵] القرآن پ۶ المائدہ آیت ۱۹)

سو سال سے زیادہ ہے۔ ہوا یہ کہ پہلے انبیاء کی تعلیمات میں لوگوں نے تحریفات کردیں، وہ تعلیمات جو خالص توحید پر مبنی تھیں اور ان میں بنیادی دعوت یہ بھی کہ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ ۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ مگر لوگوں نے مظاہر کائنات کو پوجا، صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی امتیں بھی اس شرک میں شامل ہیں،

آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلیم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وکلم اللہ موسیٰ تکلیماہ[1] اور اللہ نے موسےٰ سے (بلا واسطہ بکثرت) کلام فرمایا، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام فرمایا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے توریٰت عطا فرمائی تھی، ایسی توریٰت کہ فیھا ھدی ونور[2] اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا، لیکن اس کے باوجود یہود نامسعود نے توریٰۃ کی تعلیمات کو محرف کردیا، حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی بنیادی دعوت کو مسترد کردیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے لگے قرآن میں ہے کہ۔ وقالت الیھود عزیر ابن اللہ[3] ۔ یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ اور عیسائیوں کا یہ مقولہ ہے کہ، مسیح ابن اللہ[4]۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

یہ تو تھی ان لوگوں کی بنیادی دعوت توحید میں تحریف، علاوہ ازیں تعلیمات اور شرائع واحکام میں جو تحریفات سرزد ہوئیں ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہیں، اس ضمن

---

[1] القرآن پ ۶ النساء آیت ۱۶۴، [2] القرآن پ ۶ المائدہ آیت ۴۴،
[3] القرآن پ ۱۰ التوبہ آیت ۳۰، [4] القرآن پ ۱۰ التوبہ آیت ۳۰

میں آپ کو ایک عیسائی مُبلّغ کی بات سناؤں یہ عیسائی مُبلّغ ملک شام کا رہنے والا تھا اور پاکستان کے پورے علاقے میں چند سوالات لئے پھرتا رہا اور کہتا تھا کہ مجھے میرے ان سوالوں کے جواب کوئی مسلمان نہیں دے سکتا، اگر کوئی ان سوالوں کے جواب دے دے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا[1]، یہ شخص میرے پاس بھی آیا، میں نے پوچھا آپ کے وہ کونسے سوالات ہیں جن کا جواب مسلمان نہیں دے سکتے تو اس نے اپنے وہ سوالات ہمارے سامنے پیش کئے، گیارہ دن مسلسل اس کے سوالات پر گفتگو ہوتی رہی ان سوالات میں سے ایک سوال توحید اور تثلیث پر بھی تھا، اس نے کہا کہ ہماری توحید کو تم تثلیث سمجھتے ہو حالانکہ یہ تثلیث تمہارے ہاں بھی موجود ہے جیسا کہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ یعنی اللہ بھی ہے، رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے، یہ تثلیث نہیں تو اور کیا ہے؟، اور آپ لوگ توحید کے بھی قائل ہیں، گویا ایک کو تین مانتے ہو اور تین کو ایک یعنی توحید میں تثلیث اور تثلیث میں توحید، اور یہی تعلیم عیسائیت کی ہے جسے تم شرک سے تعبیر کرتے ہو۔ ہم نے کہا، عیسائیت اس تثلیث کو پیش کرتی ہے۔ جو توحید کے قطعاً منافی ہے، عیسائی اقانیم ثلاثہ کو معبود مانتے ہیں اور کہتے ہیں اب، ابن، روح القدس، یہ تینوں ایک ہیں اور ایک تین ہیں، اب الگ ہے، ابن الگ ہے اور روح القدس الگ ہے، اور اسلام میں اللہ بھی وہی ہے رحمٰن بھی وہی ہے، اور رحیم بھی وہی ہے، عیسائیوں نے جس چیز کو پیش کیا اور مانا وہ خالص تثلیث ہے اور اسلام و قرآن نے جس چیز کو پیش کیا وہ خالص

[1] یہ عیسائی مبلغ اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب سن کر مسلمان ہو گیا۔

توحید ہے کیونکہ اللہ، رحمٰن اور رحیم ایک ہی ذات ہے، واجب الوجود، جو ستلزم ہے جمیع کمالات صفاتیہ کو مگر بمقتضائے ذات وہ ایک ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

اس نے پھر سوال کیا کہ انتم تقولون ان اللہ واحد، تم کہتے ہو کہ اللہ واحد ہے، واحد کے معنی کیا ہیں اور واحد کسے کہتے ہیں؟ میں نے کہا، الواحد ینقسم علی انواع متعددۃ بای واحد تسئلنی، یعنی واحد کی کئی قسمیں ہیں، تو کس نوع کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ وہ اس کا جواب نہ دے سکا تو ہم نے اُسے واحد کی قسمیں بتائیں۔

الواحد العددی ـــ الواحد النوعی ـــ الواحد الجنسی
الواحد الحقیقی،

واحد کی چار قسمیں ہیں، واحد عددی، واحد نوعی، واحد جنسی، اور واحد حقیقی۔ ہم اللہ تعالےٰ کو واحد عددی نہیں کہتے،

ان اللہ تعالیٰ، تعالیٰ عن العدد، اللہ تعالیٰ عدد سے بلند و بالا ہے، ولا نقول انہ واحد نوعی، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ جل جلالہٗ واحد نوعی ہے۔ ان اللہ تعالیٰ، متعال عن الفصل والنوع، اللہ تعالیٰ فصل اور نوع سے بھی پاک ہے، وکذٰلک لا نقول ان اللہ واحد جنسی لانہ متعال عن الجنس، اور اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اللہ تعالےٰ واحد جنسی ہے کیونکہ وہ تو جنس سے بھی بالاتر ہے، اب ایک واحد باقی رہ گیا ہے اور وہ "الواحد الحقیقی"، واحد حقیقی ہے، اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ جل مجدہٗ واحد حقیقی ہے، ہم نے اس کو واحد عددی اس لئے نہیں مانا کہ، الواحد نصف الاثنین، عدد میں دو کا آدھا ایک ہوتا ہے اگر اللہ تعالےٰ کو واحد عددی تصور کیا جائے تو پہلے دو تسلیم کرنے

ہونگے پھر ان کو آدھا آدھا کر کے ایک ماننا ہوگا، یہ تنصیف ہے اور جس کی تنصیف ہو جائے وہ واجب نہیں ہو سکتا، لھذا اللہ کو واحد عددی ماننا باطل ہو گیا۔

اور ہم اللہ تعالےٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے اس لئے کہ "النوع مرکب من الفصل والجنس" والمرکب الذی یوجد بعد الترکیب حادث "، یعنی، جنس اور فصل کے مجموعے سے نوع بنتی ہے اور یہ مرکب ہے۔ اور جو مرکب ہو وہ حادث ہوتا ہے، کیونکہ پہلے جنس اور فصل ہو اور دونوں کو ترکیب دیا جائے تو نوع کا ظہور ہوگا، اور جو اس ترکیب کے بعد پیدا ہو، حادث کہلائے گا، لہذا اللہ تعالےٰ کو واحد نوعی کہنا بھی غلط ہوا، اِس لئے ہم اللہ تعالےٰ کو واحد نوعی بھی نہیں مانتے،

اللہ تعالیٰ کو واحد جنسی ماننا بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

ہم تو کہتے ہیں، ان اللہ تعالیٰ، متعال عن الجنس، لان الجنس لا یوجد الا بعد الفصل۔ یعنی جنس کا وجود فصل کے بغیر ممکن نہیں، اور اس میں بھی ترکیب واقع ہوگی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ ترکیب سے منزہ ہے، اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نہ واحد عددی ہے اور نہ ہی واحد نوعی وجنسی ہے، ہم تو اس کو واحد حقیقی مانتے ہیں اور واحد حقیقی کی تعریف یہ ہے کہ، الواحد الحقیقی، ھو الواحد الذی لا یقتضی وحدتہ الا ذاتہ، یعنی واحد حقیقی وہ ہے کہ جس کی وحدت کا تقاضا خود اس کی ذات کرے، یعنی امر خارج سے اس کی وحدت متقاضی نہ ہو کیونکہ واحد عددی میں اثنین خارج ہے واحد سے، اور واحد نوعی خارج ہے جنس اور فصل سے اسی طرح واحد جنسی میں

قدر مشترک ہے اور اشتراک خود ایک امر خارج ہے ، ان سب کی وحدت کا تقاضا امر خارج سے ہو رہا ہے ۔ اور اللہ تعالٰے کی وحدت وہ نہیں کہ اس کا تقاضا بھی امر خارج سے ہو بلکہ وہ تو ایسا واحد حقیقی ہے جو قدیم اور ازل سے اس کا متقاضی ہے کہ میں ایک ہی ہوں اور یہی واحد حقیقی ہے ۔ یہ وہ توحید ہے جس کو اسلام اور قرآن پیش کرتا ہے ۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ بھی وہی ہے ۔ الرحمٰن بھی وہی ہے ۔ اور الرحیم بھی وہی ہے ۔ اسلام تو کہتا ہے ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[1] یعنی میرے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے ،

واحد اور احد میں بھی فرق ہے ، حالانکہ دونوں عربی کے لفظ ہیں ، واحد بھی اور احد بھی ، واحد کہتے ہیں "ایک" کو اور احد کہتے ہیں "یکتا" کو اور یکتا وہ ہے کہ جسکی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہ ہو ، اور اُس کی کوئی مثل ہو نہ ہی مثال ہو جو مثل و مثال اور شریک سے بالاتر ہو وہ یکتا ہے اور وہی واحد حقیقی ہے اور وہ اللہ ہی ہے

اللہ تعالیٰ جز سے تجزی سے اور تقسیم سے پاک ہے ۔ ابن ہمیشہ اب کا جز ہوتا ہے یعنی اب میں جبتک تجزی نہ ہو ابن کا وجود ظاہر نہیں ہوگا ، اور تجزی خود تقسیم کی متقضی ہے ، اسی لئے اللہ رب العلمین ، تجزی اور تقسیم سے پاک ہے ، تبعیض اور تباعض سے منزہ ہے ۔ تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا ۔

ہمارا رب تو وہ ہے کہ جس کے لئے مرکب ہونا تو درکنار وہ بسیط ہونے سے بھی پاک ہے ، کیونکہ بسیط کا مفہوم مرکب کے بعد ذہن میں اُبھرتا ہے اور اللہ تعالی کا واحد ہونا خارج سے متعارف نہیں ، اس لئے ماننا

---

[1] القرآن ، پ ۳۰ ، الاخلاص ، آیت ۱

پڑے گا کہ اللہ ایک ہے اور وہ یکتا ہے۔ اور اُس کی شان ہے کہ "لَم یلد ولَم یولد"، یعنی نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا، کوئی اس کا بیٹا نہیں اور نہ ہی کوئی اُس کا باپ ہے، ہم اللہ کی اس الوہیت و وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر نبی نے اسی توحید کا درس دیا مگر افسوس کہ اگلے لوگوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو مٹا دیا اور توحید کو شرک سے بدل دیا، غیر اللہ کی عبادت ہونے لگی، کسی نے اللہ وحدہٗ لاشریک کا بیٹا بنا ڈالا کسی نے اللہ کا جزمان لیا اور معاذ اللہ کسی نے اللہ کا شریک ٹھہرالیا، صرف اسی پر اکتفا نہ کیا حتّٰی کہ مظاہر کائنات کی عبادت کی گئی کسی نے سورج کو پوجا، کسی نے چاند کو معبود بنا لیا، کسی نے زمین کی پرستش کی، کسی نے آسمان کے آگے آہن مارے، کسی نے عناصر کے سامنے جبین رکھ دی، کسی نے جواہر کو مسجود سمجھا اور کسی نے موالید کے آگے جھکنا عبادت تصور کرلیا وہ کونسی چیز ہے کہ جس کو انسان نے نہ پوجا ہو، اور اس کی عبادت نہ کی ہو دنیا کے انسان اس شرک میں مبتلا رہے، حالانکہ انبیاء کرام نے تو انکو توحید کی دعوت دی تھی اور اللہ کی پرستش کا حکم دیا تھا۔ مگر لوگوں نے انبیاء کرام کے پیغام کو ترک کردیا اور ان کے دامن رحمت کو چھوڑ دیا اور شرک کے گڑھے میں گر گئے، اور اپنی عاقبت تباہ کرڈالی لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اُمت شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتی کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا[1]، یعنی میں تم پر شرک کا تو خوف نہیں کرتا، مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم دنیا سے رغبت کرنے لگو گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان حق ہے اور آج ہمارے دل میں دنیا کی رغبت پیدا ہوگئی

[1] متفق علیہ، بخاری ج ۱ ص ۱۷۹ ۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷ ۔

ہے، اس سے فتنے اور فسادات برپا ہو رہے ہیں اور مصائب و آلام نازل ہو رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول ـــــ نہیں آسکتا، بخلاف سابقہ امتوں کے، کہ وہ جب شرک میں مبتلا ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کسی نبی یا رسول کو مبعوث فرما دیتا تھا جو اس شرک کی بیخ کنی کر کے توحید کے جلوؤں کو چمکا دیتا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا، ہمارے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل یہ سلسلہ چلتا رہا، جب آپ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین[1] یعنی آخری پیغمبر بنا کر بھیجا، اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ جب آپ کے بعد نبوت ختم ہو گئی تو آپ کی اُمت میں شرک کیونکر پیدا ہو، اور کون ہے جو اس شرک کا ازالہ کر سکے،

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں ایمانداروں میں شرک کا نہ ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو محبوبِ خدا کے غلاموں پر شرک کے فتوے بھی لگاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی مانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ غلامانِ رسول اللہ شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ زبانِ نبوت سے ظاہر ہونے والے کلمات حق ہیں، حق ہیں، حق ہیں۔ اس پر ایک حدیث شریف پیش کرتا ہوں۔

ابو داؤد[2]، اور مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، صحابی رسول فرماتے ہیں۔ کنت اکتب کل شئ اسمعہ من رسول اللہ، کہ میں ہر چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتا تھا لکھ لیتا تھا، فنھتنی وقالوا انکتب کل شئ تسمعہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تیکلم فی الغضب

---

[1] القرآن قولہ تعالیٰ! ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ الاحزاب ۳۳ ع ۵
[2] ابو داؤد، عربی ص ۵۱۴

والرضا فامسکت عن الکتابۃ، تو لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو بشر ہیں کبھی غصے میں اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں تو میں حضور صلی اللہ کی احادیث لکھنے سے رک گیا۔ فذکرت ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ مایخرج منہ الا حق۔ میں نے اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا اور حکم دیا کہ (میری ہر بات) لکھو پس قسم مجھے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے نہیں ظاہر ہوتا اس سے مگر حق''

حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کیا کہنا کہ خالق کائنات جن کے تکلم کی قسمیں اٹھائے اور فرمائے وقیلہ[1] اور ہمیں قسم ہے رسول کے اس بولنے کی۔ نیز ارشاد الٰہی ہے کہ، ومانیطق عن الھوٰی ان ھوالا وحی یوحیٰ[2]۔ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کیجاتی ہے، آقا تو آقا، آقا کے غلاموں کا یہ مقام ہے کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ان اللہ جعل الحق (وفی روایۃ) وضع الحق علی لسان عمر[3]۔ | بیشک اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے، جسکے غلاموں کا یہ مقام ہے انکے آقا کا کیا عالم ہوگا

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قسم اٹھا کر فرمایا ہے،

دانی واللہ ما اخاف من بعدی ان تشرکوا[4] مجھے اللہ کی قسم ہے میری امت میرے بعد شرک میں مبتلا نہیں ہوگی،

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کیوں اٹھائی، اور اس قسم کا کیا مطلب ہے؟ قسم اٹھانے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی امر واقع کا انکار کرے تو اس کے

---

[1] القرآن پ ۲۵ الزخرف آیت ۸۸ [2] پ ۲۷ النجم آیت ۳، ۴

[3] ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹، ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۵۵۷ [4] بخاری ج ۱ ص ۵۰۸ و ج ۲ ص ۵۸۵ مسلم ج ۲ ص ۲۵۰

انکار کے ازالہ کے لئے قسم اٹھائی جاتی ہے یعنی قسم منکر کے مقابلہ میں ہوتی
ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دو قسم کے منکر تھے ، ایک مشرکین
اور دوسرے منافقین ، کیونکہ مؤمنین کو تو آپ کی کسی بات میں شک نہیں ہے
حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان میں شک کرنے والا یا کافر ہوگا یا منافق ،
ان دو میں سے کافر تو کھلے مُنکر تھے ۔ اب شک کا محل صرف منافق ہی
رہے ۔ چنانچہ آپ نے ان کا شک دور کرنے کیلئے قسم اُٹھائی اور فرمایا
میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اپنی امت پر شرک کا کوئی اندیشہ نہیں ہے ۔
آپ کی اس قسم کے بعد بھی اگر کوئی غلامان رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشرک
کہے تو یقین جانیئے ایسا کہنے والا زبان رسالت پر جاری ہونے والے
کلمات کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کی قسم پر ایمان رکھتا ہے ۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کو وہ ھدیٰ عطا فرمائی ہے کہ اس ھدیٰ کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمت کے غلاموں میں شرک کا کوئی تصور باقی نہیں
رہتا اور آپ کی یہ ھدیٰ بالکل وہی ھُدیٰ ہے جو اللہ تعالےٰ نے پہلے انبیاء
کو عطا فرمائی تھی ، لیکن ان انبیاء کی اُمتوں نے اس کو شرک کیساتھ مخلوط
کر دیا ، اور توحید پر برقرار نہ رہ سکے ، مگر ہمارے پیارے
محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ھُدیٰ کے ذریعہ سے جو توحید کا
پرچم بلند فرمایا وہ قیامت تک برقرار رہے گا ۔

توحید پر برقرار رہے گی اور اس توحید کے جلوے چمکتے دمکتے
رہیں گے ! آپ ایسے زمانے میں تشریف لائے جو "علیٰ فترۃ من الرسل"
کا زمانہ تھا ۔ انبیاء کرام علیہ السلام کا آنا منقطع ہو چکا تھا ، پانچ ، چھ سو برس

سے کوئی ہی در رسول تشریف نہ لایا۔ لوگوں نے انبیاء کی تعلیمات کو محرف کر دیا تھا کہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اور توحید کے دعوے

انہوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اور آیت بیل

کے باوجود تثلیث کے قائل ہوگئے اور برملا کہنا شروع کر دیا ایک باپ (اب) ایک بیٹا (ابن) اور ایک روح القدس، یہ ظلم عظیم دیکھ کر فطرتِ انسانی تڑپ اٹھی۔ انسانیت گریہ کناں ہوئی نجات کا راستہ نظروں سے پوشیدہ ہوچکا تھا، توحید کے جلوؤں کی چمک شرک کے پردوں کی اوٹ سے مستور کر دی گئی، دعوت توحید کی آواز سننے کے لئے کان انتظار کر رہے تھے، جنت کا راستہ دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس رہی تھیں تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی حکمت ازلیہ کے تقاضوں کو پورا فرمایا اور اپنے بندوں کو نوید مسرت سنائی اور فرمایا هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ (الآیۃ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ھدیٰ کے ساتھ بھیجا،

جب تک اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہوگی توحید کا پتہ نہیں چلے گا تو اللہ رب العالمین نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا، هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ط۔ هو" ضمیر ہے اور الذی اسم موصول ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ضمیر بھی مبھمات میں شامل ہے اور اسم موصول بھی مبھمات میں داخل ہے، ابہم کے معنی ہوتے ہیں پوشیدہ یعنی جس میں خفا اور پوشیدگی ہو جو ظاہر نہ ہو، ضمیر کا ابہام کھلتا ہے مرجع سے یعنی ضمیر مرجع کے بغیر نہیں کھلتی، مرجع ہوگا تو ضمیر کا پتہ چل جائے گا ورنہ اس کی پوشیدگی بدستور باقی رہے گی، اسی طرح اسم موصول کا ابہام نہیں کھلتا جب تک کہ اس کا صلہ نہ ہو، صلہ

دگا تو اسم موصول کا ابہام ختم ہو جائے گا اور اس کی پوشیدگی اُٹھ جائے گی،
حاصل مطلب یہ حاصل ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ضمیر کا ابہام مرجع کے بغیر دور نہیں ہوتا
اور الذی کا ابہام صلہ کے بغیر ختم نہیں ہوتا بلا تمثیل مجھے کہنے دیجیئے
کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی ذات بابرکات کا ابہام اس کے رسول
کے بغیر دور نہیں ہوتا دیکھئے سرکار کی تشریف آوری سے پہلے کوئی
پتھروں کے آگے ٹکریں مار رہا تھا، کوئی پانی کو معبود بنائے بیٹھا تھا۔
کوئی آگ کو مسجود مان رہا تھا، کوئی سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش
میں مبتلا تھا اور کوئی مظاہر کائنات کو پوج رہا تھا، لوگوں کے اذہان
میں معبود حقیقی کو جاننے سے خفا اور پوشیدگی تھی، اس خفا، پوشیدگی
اور ابہام کو دور کرنے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں تھا کیونکہ ہر چیز کا پتہ لگانے
کے لیے ایک ذریعہ ہوتا ہے یعنی مبصرات کو ڈھونڈنے کے لیے آنکھ
کی ضرورت ہے۔ مثلاً چاند آنکھ سے نظر آتا ہے۔ اگر کوئی آنکھ پر پٹی باندھ
لے اور چاند کو ہاتھ سے ٹٹولنا شروع کر دے تو اس کو چاند کا پتا خاک
چلے گا، آواز کو معلوم کرنے کے لیے قوت سامعہ کی ضرورت ہے اگر
کوئی بجائے کان کے آواز کو آنکھ سے سننا چاہے تو سماعت آواز میں
ناکام رہے گا، خوشبو کو معلوم کرنا ہو تو قوت شامہ یعنی ناک کی ضرورت
ہے اور اگر کوئی ناک کو بند کر لے اور کان سے خوشبو سونگھنا شروع کر دے
تو اس میں کامیاب نہ ہو گا، اور کسی چیز کا ذائقہ و مزا چکھنے کیلئے
قوت ذائقہ یعنی زبان کی ضرورت ہے اور اگر کوئی اپنا منہ بند رکھے
اور ہاتھ سے کڑوا ہونا یا میٹھا ہونا معلوم کرے تو وہ اس چیز کے
مزے سے واقف نہیں ہو گا اور اگر کوئی کسی چیز کے گرم یا ٹھنڈا ہونے

سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ تو اس کو ہاتھ لگانے ہونگے اگر وہ ہاتھ
نہ لگائے تو اس چیز کے گرم و سرد ہونے کا علم نہیں ہوگا۔ معلوم ہوگیا
کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کو معلوم کرنے کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے، مبصرات
کے لئے بصر، مسموعات کے لئے سمع، مذوقات کے لئے قوت ذائقہ
مشمومات کے لئے قوت شامہ ملموسات کے لئے قوت لامسہ کی
ضرورت ہے اور یہ تمام قوتیں نور ہیں۔ کیونکہ قوت باصرہ مبصرات
کے لئے مبدأ انکشاف ہے قوت سامعہ۔ مسموعات کے لئے مبدأ
انکشاف ہے اسی طرح قوت ذائقہ، مذوقات کیلئے، قوت لامسہ
ملموسات کے لئے قوت شامہ مشمومات کے لئے مبدأ انکشاف ہے۔
اور عقل بھی نور ہے کیونکہ وہ معقولات کے لئے مبدأ انکشاف ہے
ثابت ہوا کہ ہر چیز کو ڈھونڈھنے اور تلاش کرنے کا ایک ذریعہ ہے
مگر، اللہ تعالیٰ کو کسی نے آنکھوں سے ڈھونڈا کسی نے کانوں سے ڈھونڈا
کسی نے ہاتھوں سے ڈھونڈا کسی نے حواس سے ڈھونڈا، کسی نے
عقل سے اسے تلاش کیا اور عقل و حواس سے تو اس کا پتا چلتا ہے
جو محسوس و معقول ہو، اور حقیقت یہ ہے۔ کہ عقل بھی محدود اور حواس
بھی محدود ہیں، محدود سے لامحدود کو تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر
اس لامحدود کی معرفت حاصل کرنی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے
ذریعہ و واسطہ سے ایسا کیا جا سکتا ہے اس لئے فرمایا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ
یعنی اللہ تعالےٰ تو رسول اللہ کی ھدیٰ کے نور میں ملتا ہے۔ اور جس نے
حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ کی جستجو کی تو وہ منزل
مقصود پر پہنچ گیا، دیکھئے! ہم سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس

نیا میں آئے، ہماری پیدائش کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے لیکن ہم میں سے کوئی بندہ اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یا اللہ تو کیسے راضی ہوگا اور ہمیں تیری رضا کیسے میسر ہوگی اور کونسی بات تجھے محبوب ہے بندۂ گنہگار یہ بات اس بلندو بالا سے کیسے پوچھے

جب ہم اس سے اسکی رضا کے بارے میں پوچھ نہیں سکتے تو پھر ہماری تخلیق کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک معیار مقرر فرما دیا ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ اس کے رسول کو راضی کرلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلینا درحقیقت اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[1]

(ترجمہ) جس نے رسول کی فرمانبرداری کی بیشک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری عبادت بیکار ہے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل نہ ہو اور جس کو سرکار کی رضا نصیب ہوگئی اس کا کام بن گیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

جب غزوہ تبوک کا موقعہ آیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت بڑا لشکر تیار کیا، اس لئے کہ عیسائیوں کے زبردست لشکر سے مقابلہ کرنا تھا عیسائیوں کی فوجی قوت لاکھ سے متجاوز تھی، سخت گرمی کا زمانہ تھا، ابھی کھجوریں کٹنے کا وقت بھی نہ آیا تھا، مسلمان تنگدستی کا شکار تھے لیکن حضرت علی مرتضےٰ بہت خوشی سے اس جنگ کی تیاری میں مصروف

---

[1] القرآن پ ۵ النساء آیت ۸۰

تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ سے مجھے جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اب ان صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا وقت آگیا ہے۔ مجاہدین کے ساتھ میں بھی اپنی شجاعت کے جواہر بکھیروں گا، اور اللہ اور اُس کے رسول سے داد شجاعت لوں گا، مگر جب روانگی کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ تم نے مدینہ میں رہنا ہے، سرکارؐ کے اس حکم سے حضرت علیؓ پر جو کیفیت طاری ہوئی آپ نے اُس کو محسوس فرمالیا، حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ رواہ البخاری[1]

اے علی سنو! حضرت موسےٰ علیہ السلام جب میقات پر گئے تھے تو حضرت ھارون کو اپنی جگہ پر بٹھا گئے تھے اور آج میں تبوک کو جا رہا ہوں اور تمہیں اپنی جگہ پر بٹھا کر جا رہا ہوں تو کیا تو اُس بات پر راضی نہیں ہے کہ وہ حضرت موسےٰ کے ھارون تھے اور تو میرا ھارون ہو جائے، فرق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد نبوت جاری تھی اس لئے حضرت ھارون بھی نبی تھے اور میرے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب کوئی نبی نہیں آسکتا حضرت علی اس بات کو سن کر اتنا خوش ہوئے کہ پہلی خوشی سے بھی بڑھ کر خوش تھے، ان واقعات سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قتال وجہاد، صدقہ وخیرات بلکہ تمام عبادتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا سے ہی درجۂ عبادت حاصل کرتی ہیں[2]۔ جب تک آپ راضی نہ

---

[1]: بخاری ج ۱ ص ۵۲۶ مع حاشیہ نمبر ۲ ۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۲۲۰

[2]: مولینا ظفر علی خان نے خوب کہا ہے ۔ کہ نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، مگر میں بجز اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا کہ جب تک نہ کٹ مروں خواجۂ یثرب کی عزت پر، خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

ہوں کوئی عبادت کارآمد نہیں ہوسکتی اور آپ کی رضا عین اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اسی طرح کا واقعہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں، غزوہ بدر کا موقعہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان[۲] کو فرمایا میری لخت جگر بیمار ہیں اور وہ تمہارے گھر ہیں تم پر اُن کی خدمت فرض ہے، لہٰذا تم نے بدر میں شرکت نہیں کرنی، حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں بدر کی فضیلت سے محروم ہو جاؤں گا، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہیں بدری بناؤں گا اور بدر کی غنیمت کا حصہ بھی دوں گا، چنانچہ ایسا ہوا کتب احادیث ملاحظہ کیجئے کہ جب بھی غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کی فہرست سامنے آتی ہے تو حضرت عثمان کا نام سر فہرست نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خالی عبادت کرنے سے کام نہیں چلتا جب تک کہ رضائے محبوب حاصل نہ ہو، اور جس کو محبوب خدا کی رضا حاصل ہوگئی اس کا بیڑا پار ہوگیا

اسی طرح غزوہ حدیبیہ میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عثمان تم مکہ مکرمہ جاؤ اور ہماری نمائندگی کرو حالانکہ حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا بہت بڑی سعادت تھا، اور میرے نزدیک تو یہ ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ والضحیٰ کو ایک بار ایمان و محبت کے ساتھ دیکھ لینا کروڑ برس کی عبادت سے بہتر ہے، اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کروڑ اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے، خواہ وہ ولی کروڑ دں نمازیں ادا کریں

ا ۔ بخاری ج ا ص ۲۳ ج جلد ۲ ص ۵۷۴ دفیہ عثمان بن عفان القرشی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ وضرب لہ بسہمہ ۲

اور کروڑوں روزے رکھیں، مگر ان تمام عبادات و ریاضات کے ہوتے ہوئے بھی وہ اس صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جسکو حالت ایمان میں دیدار مصطفےٰ کے جلوے نصیب ہوئے، جو دولت اُس کو ملی وہ اس کے غیر کو میسر نہ ہو سکی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جو ثواب اپنے محبوب کے دیدار میں ایمان و محبت کی حالت میں رکھا ہے۔ وہ ثواب اپنی عبادتوں اور سجدوں میں نہیں رکھا۔

بہر نوع اللہ تعالےٰ جل جلالہ و عم نوالہٗ نے ایک معیار مقرر کر دیا ہے کہ جو مجھے راضی کرنا چاہے اور میری عبادت کرنا چاہے اور میری معرفت حاصل کرنا چاہے۔ اور میری خوشنودی و رضا کا طلبگار ہو تو وہ پہلے میرے محبوب کی رضا حاصل کرے اور ان کو اپنی عبادات کی قبولیت کا واسطہ و ذریعہ جان لے تو میں اس پر راضی ہو جاؤں گا اور اس کی عبادات کو قبول کرلونگا

عزیزانِ محترم۔ اب وہ دور ختم ہوگیا ہے اور جاہلیت کا وہ زمانہ گذر گیا ہے کہ جس میں انبیاء کرام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا جاتا تھا، توحید کو شرک کے سیاہ پردوں میں چھپا دیا جاتا تھا اور احکام بدل دیئے جاتے تھے، اب تو اس پیارے رسولؐ کا زمانہ ہے جس کے بارے میں اللہ رب العلمین نے فرمایا **ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ**، "اللہ وہ" ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ھدیٰ دیکر بھیجا ہے، اب اللہ کو حواس کے ذریعہ سے ڈھونڈنے والا، عقل کے واسطہ سے تلاش کرنے والا، عقل و حواس کی گتھیوں میں اُلجھ کر رہ جائے گا، کیونکہ حواس بھی ناقص ہیں اور عقل بھی نا تمام ہے، حواس بھی محدود ہیں اور عقل بھی محدود ہے، محدود، لامحدود کی رسائی کیسے حاصل کر سکتا ہے، اس کی رسائی اور معرفت حاصل کرنے کی تو ایک ہی سبیل ہے

اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھُدیٰ کے جلوے حاصل کر لیے جائیں اور ان کے دامن رحمت سے وابستگی اختیار کر لی جائے تو رسائی بھی ممکن ہے اور معرفت بھی حاصل ہے! اس کے پاس پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے، اسی لئے تو ارشاد فرمایا۔

قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ط واللہ غفور رحیم ۵ [۱]

(ترجمہ)(اے محبوب) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنیوالا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں سب کچھ ملتا ہے، اتباع رسول کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ اور اس حقیقت کا انکار وہی کریگا جو ایمان کی دولت سے محروم ہے، خدا کی قسم سب نعمتیں، ساری برکتیں نجاتِ آخرت، فلاحِ دارین، سعادتِ کونین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں مضمر ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اتباع کس کو کہتے ہیں؟ کیونکہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بظاہر نمازیں پڑھ لو، روزے رکھ لو، سنتوں پر عمل کر لو، بس رسول ﷺ کی اتباع ہو گئی! اگر فقط اتنی بات سے اتباع رسول ہو جاتی ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ منافق بھی مطیع رسول تھے۔ کیونکہ وہ بھی ایسی اتباع پر تو گامزن تھے، نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، جہاد میں شریک ہوتے تھے، ان کی داڑھیاں بھی تھیں اور ظاہری شکلیں سُنّت کے مطابق تھیں، کیا کوئی ان منافقوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار اور متبع کہتا ہے؟ قطعاً نہیں کہتا، کیوں اس لئے کہ ان کے

[۱] القرآن پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۱

پاس ظاہری عبادت تو تھی، اسلام کا ظاہری طریقہ تو تھا۔ مگر محبت رسولؐ سے وہ محروم تھے یعنی رضائے رسولؐ حاصل نہ کر سکے تو ان کا سب کیا دھرا تباہ و برباد ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے ایسے لوگوں کی نشاندہی یوں فرمائی ہے کہ، عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا،

لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ[1] (الی آخرہ)

یعنی اسلام سے صرف اس کا نام باقی رہے گا اور قرآن سے صرف اس کی رسم باقی رہے گی۔ ان کی مسجدیں بظاہر اونچی اور لمبی ہونگی مگر ہدایت کے نہ ہونے سے وہ تباہ اور برباد ہونگی، آسمان کے نیچے سب سے بدترین ان کے علماء ہونگے جو فتنہ و فساد برپا کریں گے (بالآخر) یہ فتنہ و فساد انہی کی طرف لوٹ جائیگا اور ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے ایک قوم نکلے گی جن کے مقابلے میں تم اپنی نماز، روزے اور اعمال کو حقیر سمجھوگے وہ قرآن پڑھے گی جو ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے وہ ایسے نکل جائیگی جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے[2]،

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف خالی عبادات سے کام نہیں چلتا، عبادات کی قبولیت کیلئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔ وہ کیا چیز؟ تو آیئے قرآن سنیئے ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم[3] ط

ترجمہ: اے ایمان والو۔ اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ۔ جب تمہیں رسول اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کر دے گی۔

---

[1]: رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ص ۳۸

[2]: بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، مسلم ج ۱ ص ۳۴۱ و بخاری ج ۱ ص ۵۰۹ صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۲ و دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۱۸۸ بیہقی، و فی روایۃ۔ سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع مسیح الدجال فاذا لقیتموھم فاقتلوھم ھم شر الخلق والخلیقہ۔ نسائی ج ۲ ص ۱۷۴، نسائی ج ۱ ص ۱۳۶ حاشیہ ۲ پر ہے وہ لوگ ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکار ہیں و فی روایۃ لا یرجعون (الی الایمان) حتی یرتد علی فوقہ ... طوبیٰ لمن قتلھم وقتلوہ یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منہ فی شئ من قاتلھم کان اولی باللہ تعالٰی منھم قالوا۔ یا رسول اللہ ما سیماھم قال التحلیق۔ رواہ ابوداؤد ص ۶۵۶۔ ۱۲ سعیدی غفرلہ = [3]: پ ۹ الانفال آیت ۲۴

حضرت سعید بن معلی نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، سرکار نے ان کو بلایا مگر وہ بدستور نماز پڑھتے رہے اور نماز مکمل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا دیر کیوں لگائی ہے، عرض کیا، میرے آقا میں تو نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا! کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟[1] اور آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً دوڑ کے آیا کرو۔

علماء کرام[2] کا یہ مسلک ہے کہ اگر تین رکعتیں پڑھ لی گئیں اور ایک رکعت باقی بچتی ہے اسی اثنا میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا لیا تو اب یہ فرض ہے کہ نماز کو چھوڑ کر بارگاہ رسالت کی حاضری دی جائے، ایسی حالت میں نماز کا پورا کرنا فرض نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلاوے پر ان کی خدمت اقدس میں جانا فرض ہو گیا ہے۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف رکھیں اُن کی بارگاہ میں رہنا ضروری ہے اور جب آپ اجازت عنایت فرمائیں تو جو نماز باقی بچتی تھی اسے پورا کر لیا جائے نماز ہو گئی اور نماز میں کسی قسم کا کوئی سقم واقع نہیں ہوتا۔" یہ کیا ہے؟ یہ وہی بات ہے کہ جب تک یہ بات مؤمن کے دل میں پیدا نہ ہو تب تک

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۴۲ و ص ۶۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۸۴ مع حاشیہ ۷

[2] وقال صاحب التوضیح وصرح اصحابنا فقالوا من خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو دعی انسانا وھو فی الصلوٰۃ وجب علیہ الاجابۃ ولا تبطل صلاتہ، حاشی بخاری ج ۱ ص ۱۶۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور پیروی کا کے معنی ظاہر نہیں ہوتے، اتباع رسول کا یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف آپ کے کاموں جیسے کام کر لئے جائیں، احکام شرع میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم جیسے کام تو منافقین نے بھی کئے تھے ان کے یہ کام نہ ہی ان کے کام آئیں گے اور نہ ہی وہ متبع رسول کہلانے کے حقدار ٹھہرے، ان باتوں سے واضح ہو گیا ہے کہ اتباع رسول کا مفہوم کچھ اور ہے اور وہ مفہوم یہ ہے کہ محبت رسول کے جذبات میں اس قدر منہمک ہو جائیں کہ وہ جذبات ہمیں مجبور کر دیں کہ ہم حضور کے سانچے میں ڈھل جائیں، محبت رسول کا تقاضا یہ ہو کہ ہم سُنت رسول کے رنگ میں رنگ جائیں۔ محبت رسول سے خالی ہو کر احکام شرع پر عمل کرنا، اتباع رسول نہیں کہلاتا بلکہ ایسے عمل کو نقالی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ محبت رسول کا پتا کیسے چلے گا؟ محبت تو دل کے گوشوں میں پنہاں ہوتی ہے اور دل کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے، تو اس کا جواب بھی ہمارے پیارے محبوب کے فرمان مبارک میں موجود ہے آپ نے فرمایا،،

حبك الشئ يعمى ويصم[۱]،، یعنی جب تجھے کسی چیز سے محبت ہو جائے تو وہ محبت محبوب کا عیب دیکھنے سے اندھا اور اس کا عیب سُننے سے بہرہ کر دیگی، یہ ایک قانون فطرت ہے کہ جس سے محبت ہو جائے تو محب کو اس کا عیب۔ نظر نہیں آتا اگرچہ اسمیں عیب ہو بھی سہی تو اس کو وہ عیب بھی حُسن نظر آتا ہے اور جہاں عیب کا سوال

---

[۱] ابو داؤد ص ۶۹۹، مشکواۃ ص ۴۱۸، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۵۱

ہی پیدا نہ ہو اور عیب کی نسبت، کفر ہو بلکہ یوں کہیے کہ جہاں حسن ہی حسن ہو جیسا کہ حضرت حسان نے بارگاہ رسالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے عرض کیا تھا ؎

خلقت مبرأ من کل عیب — کانک قد خلقت کما تشاء

یا رسول اللہ آپ تو ہر عیب سے مبرا کیئے گئے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ تو اپنی حسب منشا پیدا کئے گئے ہیں ؎

واحسن منک لم ترقط عین — واجمل منک لم تلد النساء

یا رسول اللہ آپ جیسا حسین تو کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں، اور آپ جیسا جمیل تو کوئی ماں جنے گی ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حسن و جمال بے مثل بے مثال ہے اور اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے آپ کو ایسا بنایا کہ آپ جیسا نہ ہوا اور نہ ہوگا[۱]، آپ کی ذات بابرکات سراپا معجزہ ہے اور آپ حسن ازل کے مظہر اتم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ ہی کو مقام محبوبیت پر فائز فرمایا ہے ایسی شان و شوکت سے سرفراز ہونے والے کو ہر عیب و نقص سے منزہ ہونا چاہیئے۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ — فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم[۲]

ترجمہ حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم اپنے محاسن میں شریک سے منزہ ہیں، آپ کا جوہر حسن ایسا ہے کہ تقسیم سے مبرا ہے ایسے محبوب میں عیب و نقص کا جو متلاشی ہو وہ آپ کا محب و مطیع نہیں ہو سکتا، اگر وہ احکام شرع کا پابند ہے۔ تو اسے نقال ہی کہنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ محب، مطیع، پیروکار و فرمانبردار ہرگز نہیں ہے،

---

۱ : امام اہل اسلام علامہ احمد رضا خان نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

● تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیرے خلق کو حق نے جمیل کیا۔ کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

۲ : قصیدہ بردہ ص۱۰ طبع تاج۔ عصیدۃ ص۸۶ و شرح البردہ لشیخ زادہ ص۸۶ عطر الوردہ ص۲۲

ایک لطیفہ یاد آیا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی مرد کو کسی عورت سے ساتھ
محبت تھی اور وہ عورت کچھ کُبڑی تھی۔ کسی نے اس کو کہا کہ تیرے ذوقِ
سلیم پر بڑا افسوس ہے کہ تو نے اپنی محبت کا مرکز ایک کبڑی کو بنایا ہے
اس مرد نے کبڑی کے عیب کو چھپانے کے لئے پھولوں کے موٹے موٹے
گجرے بنوائے اور کُبڑی کے گلے میں ڈلوا دیئے اور ایک شعر بھی نازل کر دیا

نازک کمر لچک گئی گجروں کے بار سے ۔ اور سینہ پسینہ ہوگیا پھولوں کے ہار سے

کہنے لگا تم مجھے طعنے دیتے ہو یہ تو نزاکت ہے اور نزاکت تو حسن ہے جب دنیوی اور
مجازی محبت والوں کا یہ عالم ہے کہ انکو عیب داروں میں عیب نظر نہیں
آتے، اور جس کو محبوب خدا میں عیب نظر آئے وہ تو منافقوں جیسی آنکھیں
اور کان رکھتا ہے، عبادات کے باوجود ایسی باتیں کرنا جن سے اللہ کے
محبوب کی توہین ہوتی ہو کھُلی منافقت ہے، منافقین کے سربراہ عبداللہ
بن ابی بن سلول اور اس کے تمام چیلے چانٹے ایسا ہی کیا کرتے تھے،
اور جب بھی زبان دراز کرتے تو بے عیب محبوب پر حملے کرتے، کبھی
علم پر حملہ کبھی شان پر حملہ کبھی شخصیت پر حملہ، نعوذ باللہ، استغفر اللہ۔
اُس وقت عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا گروہ تھا اور آج بھی ایک ایسے
خیالات رکھنے والا گروہ موجود ہے، اور یہ گروہ اس پہلے گروہ کے نقش
قدم پر چل رہا ہے۔

دیکھئے! ایک ہوتی ہے بُلبُل اور ایک ہوتی ہے گدھ[ا]، بلبل بھی اڑتی ہے
اور گدھ بھی اُڑتی ہے دونوں پرواز کرتے ہیں مگر ہر ایک کی پرواز میں
فرق ہے، گدھ اُڑتی ہے مُردار کی تلاش میں اور بلبل اُڑتی ہے پھولوں کی
تلاش میں۔ گدھ کو جہاں مردار نظر آیا اُتر پڑی اور مردار کھانا شروع کر

ا: پرواز ہے دونوں کی اسی جہاں میں ۔ گرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

دیا۔ اور بلبل کو جہاں چمنستان نظر آیا اتر گئی اور گیت گانے شروع کر دیئے، معلوم ہوا کہ پروانہ بھی اپنی اپنی اور نظر بھی اپنی اپنی، اگر کوئی مُردار حال ہے تو اس کی نظر مُردار پر پڑے گی اور اگر کوئی پھولوں کا متوالا ہے تو اس کی نظر گلزار پر پڑے گی، اللہ تعالےٰ ہمیں گلستان نبوت کا بلبل بنائے اور جہاں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن وجمال کا چمکتا ہوا چمنستان نظر آئے وہاں مدح سرائی کی دولت نصیب ہو! اور اہلسنت غلامان رسول اللہ کا یہی مطمح نظر ہے، بہر نوع میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ پہاڑوں کے آگے جُھکنے میں نہیں ملے گا آگ کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے نہیں مِلے گا چاند و سورج اور ستاروں کی پرستش میں نہیں ملے گا، اگر مِلے گا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اتباع اور محبت میں ملے گا اس لئے ارشاد ہوا۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ۔ خیر تک کیسے پہنچا ابھی تو مبتدا بھی ادھورا ہے اگر زندہ رہا تو پھر کبھی اس پر مفصل کلام کروں گا، آخر میں تمام اسلامی ملکوں کیلئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ ہر اسلامی ملک کی حفاظت فرمائے، اور تمام اُمت مسلمہ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، یہاں متحدہ عرب امارات میں رہنے والے تمام سُنیوں کو اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے محفوظ مامون رکھے، ارض مقدسہ کے لئے دُعا کریں۔

الٰہی حرم کعبہ کی خیر ہو حرم مدینہ کی خیر ہو، الٰہی حجاز مقدس کی خیر ہو، یا اللہ تیرے محبوب کی عظمتوں اور فضیلتوں کے جھنڈے ہمیشہ لہراتے رہیں، یا اللہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ آج میں جہاد کے موضوع پر تقریر کرنا چاہتا تھا مگر قسمت کی بات کہ اس مقام تک نہ پہنچ سکا اللہ تعالےٰ ہم سب کو مجاہد فی سبیل اللہ بنائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

حضرتِ محترم : ابھی ابھی ایک رُقعہ موصول ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ آج ظہر کے بعد کی نشست میں آپ نے حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے آیت کریمہ " وما ینطق عن الھوی[1]" پڑھی تھی اور اس آیت کو بنیاد قرار دیتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول وحی خدا ہے۔ اگر یہ امر اپنے حقیقی معنی میں ہے تو پھر ثابت ہوا کہ آپ کے ہر امر پر عمل کرنا لازم ہے، اور حدیثِ قرطاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایسا نہیں ہوا۔

اس سوال کے جواب دیتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات دنیوی کے آخری ایام میں فرمایا کہ "

لاؤ میرے پاس کاغذ، قلم اور دوات تاکہ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے بچالے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے کہ فلاں یہ چیزیں لائے، جملہ صحابہ کرام کو حکم تھا اور وہ سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شاید سرکار کو (بوجہ بشریت) تکلیف کے احساس کا غلبہ ہے

" وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن) موجود ہے۔

وَهُوَ حَسْبُنَا۔ اور وہ ہمیں کافی ہے۔ امام العادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو بعض لوگ سرکار کے حکم کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں۔ اور اس کو نافرمانی اور سرکشی پر محمول کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص بارگاہ رسالت مآب میں سرکشی اختیار کرے۔ اور آپ کے فرمان کی تعمیل نہ کرے اور حضور پُر نور کے حکم کو بجا نہ لائے، اس کا مقام کیا ہوگا؟

یہ ایک سوال ہے اور اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد بصیغۂ امر، بلا تخصیص نام اور زندگی کے آخری ایام میں اس بات کا غماض ہے کہ آپ اپنے ماننے والوں کا امتحان لے رہے تھے، حقیقتاً لکھنا، لکھوانا مقصود نہ تھا

[1] پارہ ۲۷، النجم آیت ۳

حدیث قرطاس کے تحت یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ امر دین کے معاملہ سے تھا یا نہیں؟
حالانکہ جس بات کا تعلق دین کے معاملہ سے ہو اس کا انکار گمراہی کے بغیر کچھ نہیں۔
کیونکہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ضلالت سے بچا جائے اور ہدایت پر عمل کیا جائے، اس
حقیقت کا اعتراف نماز میں بھی موجود، اھدنا الصراط المستقیم ۵ ۱ اور میرا عقیدہ
یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بات امر دین سے فرمائیں وہ یقیناً وحی الٰہی ہوگی
جس کا ذکر قرآن کی آیت مذکورہ میں ہے۔ سرکار کا یہ ارشاد،
" من حیث الرسول " ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا،
اور حدیث قرطاس میں جو یہ ہے کہ لاؤ کاغذ، قلم دوات تاکہ تمہیں نوشتہ لکھ دوں
کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ، اور ہدایت پر قائم رہو، آپ نے یہ ارشاد جمعرات کے دن کو فرمایا اور
آپ کا وصال مبارک پیر کے دن کو ہوا، اسی عرصہ میں نہ تو سرکار نے کوئی نوشتہ لکھوایا اور نہ
ہی حضرت عمر کے حسبنا کتاب اللہ فرمانے پر کوئی ضلالت وگمراہی کا فتویٰ دیا تو کیا معاذ اللہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم امر دین اور حکم الٰہی کی بجاآوری سے پہلو تہی کر گئے؟ اور یہ ممکن ہی
نہیں کیونکہ قرآن نے کہا۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما
بلغت رسالتہ ۲ ترجمہ۔ اے رسول پہنچا دیئے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور
اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا۔
اکابر صحابہ کرام نے بھی حضرت عمر کے حسبنا کتاب اللہ" کہنے پر کوئی احتجاج نہیں کیا،
صحابہ کرام میں سے بعض کے اختلاف کی جو روایات ہیں، اصولاً یہ اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا،
کیونکہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمر کی بات سے اختلاف نہیں فرمایا اور
اکابر صحابہ کرام نے اختلاف نہیں کیا تو پھر کسی اور کے اختلاف کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔
اختلاف کرنے والے عظیم المرتبت صحابی تو ضرور تھے مگر یہ حضرات ابھی اس مقام پر نہ پہنچے تھے
جو درجہ کمال اکابر صحابہ کرام کو حاصل ہو چکا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر

۱ الفاتحہ آیت ۵ : ۲ المائدہ ۵ آیت ۶۷

صحابہ کرام سے حضرت عمر کے ساتھ اختلاف کی کوئی روایت موجود نہیں ہے ۔ کیونکہ اکابر صحابہ کرام کو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دین کے کمالات کی منتھی پر پہنچا دیا تھا اور وہ حضرت عمر کی بات کو سمجھ گئے تھے ۔

جن حضرت نے اختلاف کیا توانکا اختلاف بھی نیک نیتی پر مبنی تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ فرمان رسول کریم کی تکمیل بہر حال ہونی چاہیے ۔ ان کی اس بات اور اختلاف کو رائے و مشورہ پر محمول کیا جائے گا اور اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق کہا جائے گا ، ورنہ حضرت عمر کے ساتھ انکے اختلاف کے ہوتے ہوئے سرکار بھی فرمادیتے کہ اے عمر تم کو حسبنا کتاب اللہ کہنے کا حق کس نے دیا ہے ؟ تو معلوم یہ ہوا کہ آپ کا وہ ارشاد وحی الٰہی بھی تھا اور امر دین بھی ، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضرور نوشتہ لکھا جائے ۔ اور اسی پر عمل کیا جائے ، اگر اس مطلب کو صحیح سمجھ لیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے اس مطلب کو پورا نہیں فرمایا اور آپ نے وحی الٰہی کے مقصد کو نہیں سمجھا ، اور دین کے معاملہ کو نافذ نہیں کیا ایسی باتوں کو ماننا بربادئ ایمان کا سبب نہیں تو اور کیا ہے ؟ بالفرض ان کو ممکن مان لیا جائے تو لوگ کہیں گے کہ تمہارے نبی نے آخری مرحلہ میں نہ تو وحی الٰہی کے مقصد کو سمجھا اور نہ ہی اسکو پورا کیا ، بلکہ حکم الٰہی پر عمل کرانے سے عاجز رہا ، کیا ایسی باتیں سید المعصومین کے بارے میں برداشت کرنے کی کسی مسلمان میں ہمت ہے ؟

جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ وحی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی ، مگر اس وحی سے مقصود لکھوانا نہیں تھا تو پھر کیا مقصود تھا ؟ میں نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس کا مقصد محبوب کی زبان سے ان کلمات کو ادا کرنا تھا اور بس ۔ کیونکہ عنقریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کا سفر فرمانے والے تھے ، اس

پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب بھی صحابہ کرام کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ فوراً بارگاہ رسول میں چلے آتے اور اپنی مشکل حل کرالیتے ان کا مسئلہ حل ہو جاتا تھا، لیکن اب ایسا وقت آنے والا تھا کہ وحی کا نزول بند ہونے والا تھا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں تشریف لے جانے والے تھے، تو اب پیش آمدہ مسائل کے حل کی صورت کیا ہوگی؟ اگر پیش آمدہ مسائل حل نہ ہوں تو دین کی گاڑی آگے نہ چل سکے گی،

اس معمہ کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فرمایا کہ آپ ان کو حکم دیں کہ وہ کاغذ قلم دوات لے آئیں اور آپ ان کے لئے نوشتہ تحریر کریں۔ اس وقت صحابہ کرام میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو آپ کی نیابت وخلافت پر فائز ہونے والے تھے اور دین کے مسائل کو سمجھنے اور مشکل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے آپ کی صحبت اور انوار نبوت نے ان کے سینوں کو چمکا دیا تھا اور وہ دین کے کمالات کی منتہیٰ پر پہنچ چکے تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آپ اس وقت ایسے لوگ چھوڑ کر نہیں جا رہے تھے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ آپ دین کو ختم کر کے جا رہے تھے،

ایسے تمام اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب آپ کے ایسا فرمانے سے آپ کے فیض یافتہ اکابر صحابہ کرام میں سے کوئی بول اٹھے گا اور عرض کر دے گا، یارسول اللہ آپ ہمیں اس راستہ پر چھوڑ کر نہیں جا رہے ہے کہ ہر مسئلہ کیلئے آپ کے نئے ارشاد کی ضرورت ہو۔ بلکہ آپ ہمیں اس مقام پر پہنچا کر اور ایسا نور عطا فرما کر جا رہے ہیں کہ سنت واحادیث کی روشنی میں ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ مقصدِ وحی الٰہی اور منشائے نبوت یہی تھا، جو حضرت عمر کے حسبنا کتاب اللہ کہنے سے پورا ہو گیا، اگر یہ مقصد و منشائ نہ ہوتا تو پھر اکابر صحابہ کرام یا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خود

اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی اس بات کو سرکشی اور مخالفت کہتے، اور یہ کیسے
ہوسکتا ہے کہ باطل چیز ہادی برحق کے سامنے آئے اور وہ خاموش رہ
اللہ تعالیٰ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت صدیق اکبر، عثمان غنی ا
مولانا کائنات حضرت علی المرتضیٰ کا حضرت عمر کی اس بات پر انکار نہ کرنا
حقیقت کو اور زیادہ واضح کردیتا ہے، خلفائے ثلاثہ کے سکوت سے معلوم
ہوا کہ وہ حضرات بھی اسی مقام پر فائز ہوچکے تھے جس مقام پر حضرت عم
تھے۔ میں تو کہتا ہوں کہ حضرت عمر ان سب کے ترجمان تھے، کیونکہ حضرت عم
کے بارے میں ہے کہ ان کی زبان پر اللہ بولتا ہے تو وہ حضرات سمجھ گئے تھ
کہ حضرت عمر اپنی طرف سے ایسا نہیں کہہ رہے بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کہہ رہے ہیں اور جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے ہو اس کو
ماننے کا نام ایمان ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اس پر کسی دوست نے
یہ سوال کردیا ہے جس کا جواب آپ نے سُن لیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب
کو راہ ہدایت عطا کرے آمین۔

سوال۔ بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

محترم مولانا احمد سعید کاظمی

السلام علیکم۔ آپ کا خطبۂ استقبالیہ پڑھ کر بے حد متاثر ہوا۔ چند سوالات لکھ رہا ہوں۔ جوابات سے مطمئن فرمائیں۔

خلاصہ سوال ۱:۔ وہابی نجدی امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جن لوگوں نے پاکستان میں ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جو لوگ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں حج کے موقع پر حرمین طیبین میں ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

خلاصہ سوال ۲:۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں جو مساجد ہیں ان میں وہابی، دیوبندی وغیرہ ہر قسم کے امام ہیں غیر مذہب والے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ نیز محکمۂ اوقاف کا قیام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

خلاصہ سوال ۳:۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور و بشر کے بارے میں قبر و قیامت میں سوال ہوگا؟ اور کیا یہ مسئلہ عقائد میں شامل ہے؟

خلاصہ سوال ۴:۔ اذان سے پہلے یا اس کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو لازم سمجھنا کیسا ہے؟ اس کے بغیر اذان شرعاً جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اور اللّٰھم صل علی محمد الخ دونوں کا شرعی مقام متعین کیا جائے۔

خلاصہ سوال ۵:۔ ٹی۔بی کے مریض کو حرکت کرنے سے طبیب روک دے وہ

نماز کس طرح پڑھے۔

خلاصہ مکتوب مورخہ ۱۴۔ نومبر سنہ ۱۹۷۸ء

محترم و مکرم جناب سیف اللہ خان صاحب زید مجدہ،

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

محبت نامہ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی نعمتوں سے نوازے آمین آپ کے سوالات کا نہایت جامع اور اصولی طور پر جواب لکھ رہا ہوں۔ آپ جیسے صاحب فہم و خرد سے قوی اُمید ہے کہ غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ایک مختصر تمہید عرض کرتا ہوں۔ اگر اس تمہید کو غور سے پڑھ لیا جائے تو انشاء اللہ نہایت آسانی سے جواب سمجھ میں آجائے گا۔ تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ کسی امام کے پیچھے صحتِ اقتداء کے بغیر نماز درست نہیں ہو سکتی۔ جس کے لئے مقتدی و امام کے مابین ایک مخصوص رابطہ قائم ہو جانا ضروری ہے۔ اس مخصوص رابطہ کے بغیر صحتِ اقتداء متصور نہیں اس میں شک نہیں کہ یہ رابطہ ظاہری، مادی، اور جسمانی نہیں بلکہ یہ رابطہ صرف باطنی، روحانی اور اعتقادی ہے۔ جس کا وجود امام اور مقتدی کے درمیان اصولی اعتقاد میں موافقت کے بغیر ناممکن ہے۔ شرک توحید کے منافی ہے اور کفر و جاہلیت اسلام اور ایمان سے قطعاً متضاد ہے۔ اگر مقتدی جانتا ہے کہ میرا کوئی عقیدہ امام کے نزدیک شرکِ جلی یا کفرِ جاہلیت ہے تو دونوں کے درمیان اعتقادی موافقت نہ رہی۔ اور اس عدم موافقت کے باعث صحتِ اقتداء کی بنیاد منہدم ہو گئی۔ ایسی

صورت میں اس امام کے پیچھے اس کی نماز کا صحیح ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟
اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً کسی منکرِ ختمِ نبوّت کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ مقتدی ختمِ نبوت کا اعتقاد رکھتا ہے اور امام ختمِ نبوّت کا منکر ہے۔ دونوں کے درمیان اعتقادی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے صحتِ اقتداء کی بنیاد باقی نہ رہی۔ لہٰذا نماز نہ ہوئی۔ توضیحِ مدعا کے لئے ہدایہ سے ایک جزیہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں کہ اگر امام کی جہتِ تحری مقتدی کی جہت تحری سے مختلف ہو اور تاریکی یا کسی اور وجہ سے مقتدی کو اس اختلاف کا علم نہ ہو سکے تو نماز درست ہے اگر مقتدی امام کی جہت تحری کا علم رکھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ نے اس فساد کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اِمَامَهٗ عَلَى الْخَطَاءِ یعنی فسادِ صلوٰۃ کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی نے اپنے امام کے خطاء پر ہونے کا اعتقاد کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ نماز درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی امام کے خطاء پر ہونے کا معتقد نہ ہو۔ یعنی مطابقتِ اعتقاد ضروری ہے۔ بشرطیکہ مقتدی امام کی خطا سے باخبر ہو۔ اور اگر وہ امام کی خطاء سے لاعلم ہے تو ایسی صورت میں اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

اس مختصر تمہید پر غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ مقتدی جب یہ جانتا ہے کہ امام کے اعتقاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علمِ غیب ماننا کفر و شرک ہے اور امام کے عقیدے میں انبیاء کرام و صالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استمداد بلکہ توسّل تک شرک ہے اور امام مزاراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و مزاراتِ اولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے لئے سفر کرنے بلکہ مزارات کی تعظیم و تکریم کو بھی شرک قرار دیتا ہے اور مقتدی

ان تمام امور کو توحید اور اسلام کے عین مطابق سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں عدم موافقتِ اعتقاد کی وجہ سے صحتِ اقتداء کی بُنیاد مفقود ہے پھر نماز کیونکر درست ہو سکتی ہے؟

مقتدی کی تین قسمیں

رہا یہ امر کہ ایام حج وغیرہ میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہوگا؟ تو میں عرض کروں گا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جن کے اصولی عقائد امام سے مختلف ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان اصولی عقائد میں امام کا عقیدہ ہم سے مختلف ہے ان کا حکم تمہید کے ضمن میں واضح ہوگیا ایسے لوگ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق یقیناً مجتنب رہیں گے۔

دوم وہ مسلمان جو یہ جانتے ہیں کہ امام کے بعض عقائد ہمارے عقائد سے مختلف ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ اختلاف اصولی عقائد میں ہے اور ہمارے عقائد امام کے نزدیک کفر و شرک، معصیت و جاہلیت کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ مسلمان محض حرم مکہ و حرم مدینہ اور مسجد حرام و مسجد نبوی کی عظمتوں اور عشق و محبتِ الٰہی و رسالت پناہی کے جذبات سے متاثر ہو کر اپنی غلط فہمی کی بناء پر اس امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی اس خطاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و رأفت کے پیشِ نظر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ربّ کریم ان کی نمازوں کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

سوم وہ مسلمان جنہیں سرے سے امام کے ساتھ اختلاف عقائد ہی نہیں وہ محض سادہ لوح ہیں عشق و محبت سے سرشار ہو کر حرم مکہ اور حرم مدینہ میں میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بحالتِ لاعلمی اس امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عفو کرم سے ان کی نمازوں

کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ دوم اور سوم قسم کے مسلمانوں کی خطاء قابل عفو ہے طبرانی میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مرفوع حدیث مروی ہے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ۔ اٹھایا گیا میری امت سے خطأ اور النسیان کو اور اس چیز کو جس پر وہ مجبور کئے گئے۔ یعنی ان تینوں حالتوں میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا۔

مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بکریاں چرانے والے ایک گڈریے کا واقعہ بطور تمثیل لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بکریاں چرانے والا اللہ تعالیٰ کی محبت میں کہہ رہا تھا کہ " اے اللہ تعالیٰ اگر تو میرے پاس آئے تو تجھے نہلاؤں، تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تجھے دودھ پلاؤں تیرے پاؤں دباؤں "۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سختی سے ڈانٹا اور ایسی باتوں سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! میرا بندہ میری محبت میں مجھ سے مخاطب تھا۔ آپ نے اُسے کیوں روکا؟

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا بندۂ مارا چرا کردی جدا؟
تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

میرا مقصد اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے سے صرف یہ ہے کہ سچی محبت اور سچا عشق اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا موجب ہوتا ہے اس لئے اگر سچی محبت اور عشق والے مسلمان نے غلط فہمی یا بے خبری میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی تو رحمتِ خداوندی سے یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ بے نمازی قرار نہیں پائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ فرمائے گا۔ مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ وہ ہزاروں لاکھوں

مسلمان جن کا ذکر سطورِ بالا میں ہو چکا ہے اور ان کی تین قسمیں بھی بیان کی جا چکی ہیں اور ان تینوں قسموں کا حکم بھی مذکور ہو چکا ہے ان تین نمازیوں کی طرح ہیں جن کے پاس نجاست لگا ہوا کپڑا ہے اور اس پر جو نجاست لگی ہوئی ہے وہ قدرے اتنی زیادہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے اس کپڑے سے نماز جائز نہیں:۔

ایک نمازی وہ ہے جس نے جان لیا کہ کپڑے پر نجاست ہے اور یہ بھی جان لیا کہ اتنی نجاست کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہو سکتی ظاہر ہے کہ وہ اپنے اس علم کی بناء پر ایسے کپڑے پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرے گا۔ دوسرا نمازی وہ ہے جو اس کپڑے کی نجاست کو جانتا ہے مگر غلط فہمی کی بناء پر یہ نہیں جانتا کہ اس نجاست سے نماز نہیں ہو سکتی۔ اب اگر وہ شخص نماز کی محبت اور کمال شوق الی الصلوٰۃ کی بناء پر اس کپڑے کے ساتھ پڑھ لے تو رحمت الٰہیہ سے یہ اُمید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ فرمائے گا اور اس کے شوق و محبت کی بناء پر اس کی نماز کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ تیسرا نمازی وہ ہے جو سرے سے کپڑے کی نجاست کا علم ہی نہیں رکھتا اور کمال شوقِ عبادت اور نماز کی محبت میں اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے۔ فضلِ ایزدی اور کرم خداوندی سے اس کے بارے میں بھی یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے دامنِ عفو و کرم میں چھپالے گا اور اس کی نماز مردود نہ ہو گی یہ صحیح ہے کہ جاننے والے لوگوں کو صحیح بات ضرور بتائیں گے لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی کو صحیح بات نہ پہنچ سکے تو حکم مذکور مجروح نہ ہو گا۔ اور آپ کے دوسرے سوال کے بقیہ جزو کا جواب یہ ہے کہ اوقاف کی مساجد وغیرہ پر اسلامی احکام کے موافق اور واقف کی غرض کے مطابق مالِ وقف کو صرف کرنے کے لئے محکمۂ اوقاف کا قیام ضروری ہے۔

سوال - کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ~~[illegible]~~ نور و بشر کے بارے میں قبر و قیامت میں سوال ہوگا؟ اور کیا یہ مسئلہ عقائد میں شامل ہے؟

بے عیب بشریت

جواب نمبر ۳ - نور و بشر کے بارے میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ نور بھی وارد ہے اور لفظِ بشر بھی۔ مثلاً قرآنِ مجید میں ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتٰبٌ مُّبین۔ یہاں لفظِ نور سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں نیز قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ——— آپ کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں بشر رسول ہی ہوں۔

قبر و قیامت میں ایمان کے بارے میں سوال ہوگا اور قرآن و حدیث کی ہر بات کو تسلیم کئے بغیر ایمان متصور نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور بھی مانیں اور بشر بھی تسلیم کریں۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ایسا بشر نہ مانے جس میں بشریت کا کوئی عیب ہو کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حقیقی معنی میں محمّدؐ ہیں اور لفظ "محمّد" کے معنی ہیں "بے عیب"۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے نور کے بارے میں بھی ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ایسا نور تسلیم کرے کہ بے عیب بشریت اس کے منافی نہ ہو۔

اجمالی طور پر یہ اعتقاد مسلمان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہی صحیح عقیدہ ہے اور یہی قیامت میں سرخروئی کا باعث ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

سوال - اذان سے پہلے یا اس کے بعد صلاۃ و سلام کو لازم سمجھنا کیسا ہے؟ کیا یہ بدعت شرعا ہو جاتی ہے یا نہیں نیز الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور اللہم صل علی محمد الخ دونوں کا شرعی مقام متعین کیا جائے؟

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام

جواب نمبر ۴ - قبل الاذان اور بعد الاذان صلوٰۃ وسلام ہرگز مذموم نہیں۔ نہ بدعتِ شرعیہ ہے جسے بدعتِ ضلالت کہا جائے بلکہ امرِ مستحسن ہے جس کی اصل

علیہ

کتاب وسنت میں موجود ہے کتاب اللہ میں صلوٰۃ وسلام کا ارشاد جس میں کوئی تخصیص وتقیید نہیں۔ بلکہ بعض احادیث میں اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام کا حکم صراحتہً وارد ہے۔ چنانچہ علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ اپنے فتاویٰ کبریٰ میں صحیح مسلم اور ابنِ ماجہ کے علاوہ سُننِ اربعہ کی وہ احادیث نقل فرمائی ہیں جن میں آذان کے بعد اور دعائے وسیلہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم وارد ہے مثلاً یہ حدیث نقل فرمائی۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِہَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ (رواہ مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم مؤذن سے آذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ بے شک جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو یعنی آذان کے بعد والی دعاءِ وسیلہ پڑھو اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا البتہ آذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کو اس طرح لازم سمجھنا کہ اس کے بغیر اذان ہی صحیح نہ ہو ہرگز درست نہیں مگر کوئی مسلمان اس طرح لزوم کا قائل نہیں۔ نماز میں درودِ ابراہیمی سنت ہے اس کے علاوہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ دونوں کے مقام میں شرعاً کوئی تفاوت نہیں

مریض کی نماز

سوال۔ کسی مریض کو حرکت کرنے سے طبیب روک دے وہ نماز کس طرح پڑھے

جواب نمبر ۵۔ اگر کوئی مریض کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر نماز پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ لیٹ کر نماز پڑھے رکوع و سجدہ سر کے اشارے سے ادا کرے۔ سجدہ کے لئے جو اشارہ ہو اس میں رکوع کی نسبت سر کو زیادہ جھکائے اشارہ سے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جبکہ حرکت سے خوفِ ہلاک یا مضرتِ شدیدہ کا خطرہ لاحق ہو۔

۵۔ کیا انبیاء کرام کو اپنی موت وحیات پر اختیار حاصل ہے؟

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر کسی نے حضرت غزالیٔ زماں رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ انبیاء کرام کی موت اُن کے اپنے اختیار سے ہے یا عام لوگوں کی طرح اضطراری ہے؟

آپ نے فرمایا، اہل سُنّت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اختیارات خدا داد ہیں۔ بلکہ جس کو جو بھی اختیار ملا ہے، سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، دیکھئے! انسان کو بھی مختار کہا جاتا ہے، اگر انسان مختار نہ ہو تو اس سے مواخذہ کا سوال بھی پیدا نہ ہوتا۔ انسان کو یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ سب اللہ تعالےٰ کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کو اپنی موت وحیاۃ پر بھی اختیار دیا گیا ہے[1]۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہے، یا اللہ کے پاس چلا جائے، تو اللہ تعالےٰ کے بندے نے اللہ کے پاس جانے کو اختیار کر لیا[2]، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر رو دیئے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اس بات میں رونے کا کیا موقعہ ہے، لیکن جس طرح سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بات کو سمجھا دیگر صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ سمجھ گئے کہ یہ اختیار موت کے بارے میں ہے، اور اختیار دینے والا اللہ ہے۔ اور جس کو اختیار دیا گیا ہے، وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کی موت، ہماری موت کی طرح اضطراری نہیں

[1]: بخاری ج ۲ صـ ۶۳۸ وصـ ۶۴۱ وصـ ۶۶۰ وصـ ۶۶۴ [2] عن ابی سعید الخدری متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۵۱

بلکہ اختیاری ہوتی ہے، جو انبیاء کرام کی مرضی سے واقع ہوتی ہے
موت کا فرشتہ جب ان کی بارگاہ میں قبضِ روح کیلئے حاضر
ہوتا ہے تو وہ ان سے اجازت مانگتا ہے، اور اذن طلب کرنے کی
وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اختیار دے دیا ہے،
بخاری شریف[۱] میں ہے کہ ملک الموت بغیر اذن طلب کئے حضرت موسیٰ
کلیم اللہ کی خدمت میں قبض روح کیلئے حاضر ہوگیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اس کو ایک طمانچہ مار دیا۔ اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ ملک الموت
اللہ تعالیٰ کی دربار میں واپس گیا اور عرض کی اے مالک الملک تو نے مجھے
اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو تیرے پاس نہیں آنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ اے ملک الموت تم میرے اس مقدس بندے کے پاس پھر
جاؤ، اور ان سے کہو کہ تم اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو جتنا بال آپ
کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے ہر بال کے عوض ایک سال آپ کی عمر بڑھ
جائے گی، ملک الموت دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور یہ گزارش کی۔
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے
سے کسی قسم کا کوئی توقف نہیں۔ معلوم ہوا کہ ملک الموت بغیر اذن
لئے آئے تو اللہ کے کلیم ناراض ہوگئے اگر اجازت طلب کر لیتے تو یہ معاملہ
پیش نہ آتا۔

شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ اب تو وہ ایک آنکھ والے ہونگے،
ایسی بات نہیں، بلکہ "فرد اللہ علیہ عینہ[۲]"
یعنی اللہ نے ملک الموت کو ان کی آنکھ واپس کر دی، اور یہ صدمہ

[۱]:- بخاری ج ۱ ص ۱۸۳ حاشیہ ۱ ‏ [۲]:- ھامش بخاری ج ۱ ص ۱۸۳ حاشیہ ۱

صرف صورت بشری پر طاری ہوا، ورنہ مقام ملکیت اُونچا ہے اور مقام نبوّت تو مقام ملکیت سے بھی بہت بلند و بالا ہے مقام نبوّت کی بلندی کو کون پا سکتا ہے؟

دیکھئے! اگر ہمارے پاس ملک الموت رُوح قبض کرنے کیلئے آجائے تو ہم سب بے بس ہو جائیں گے، موت کے فرشتے کو واپس نہ کر سکیں گے۔ لیکن نبوّت کا مقام یہ ہے کہ وہاں موت کا فرشتہ بھی بے اختیار نظر آتا ہے اور بغیر انکی مرضی کے ان کی رُوح قبض نہیں کر سکتا۔

محدّث ابنِ منیرؒ نے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بازو میں اتنا طاقت تھی کہ اگر وہ آسمانوں کو طمانچہ مار دیتے تو ساتوں آسمان چُورہ چُورہ ہو جاتے اور یہاں صرف ملک الموت کی ایک آنکھ پھُوٹ گئی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے انسانوں کی رُوح نکالنے کا معاملہ ملک الموت کے سپرد کر دیا ہے، اس لئے تقدیر الٰہی حائل ہو گئی اور ملک الموت علیہ السلام بچ گئے، غور کریں یہ بازوئے کلیم کی طاقت ہے، بازوئے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت کا عالم کیا ہوگا؟ یہ ہے انبیاء کرام کا اختیار اور ان کی طاقت و قدرت جو اُن کو اللہ ذوالجلال نے عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ــ ما کان عطاء ربك محظورا[1]
اے محبوب آپکے رب کی عطا پر کوئی پابندی نہیں۔

انبیاء کرام کو یہ طاقت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، اور جو مُتنبّی ہُوں (جیسے مرزا غلام احمد قادیانی) وہ بیت الخلا میں تڑپ تڑپ

[1]: بنی اسرائیل آیت ۲۰ پ ۱۵۔

کر مر جاتے ہیں، گھر تک پہنچنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ خوب سمجھ لو، جہاں یہ اختیار نہ ہوگا وہاں نبوت نہ ہوگی۔ اور جہاں یہ اختیار ہوگا وہاں نبوت کی جلوہ گری متصور ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب تاجدارِ مدینہ امام الانبیاء محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی۔ تو ملک الموت نے آپ سے آپ کی قبضِ روح کا اذن طلب کیا اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپکی مرضی پر عمل کروں جو آپ چاہیں گے میں اسی کا پابند ہوں۔ اس نے کہا۔

اُمِرْتُ اَنْ اُطِیْعَکَ[۱] "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں"

معلوم ہوا کہ جہاں ساری کائنات بے اختیار ہو، وہاں نبی با اختیار ہوتا ہے اور اختیار دینے والا اللہ تبارک تعالےٰ ہے لھذا نبی کی موت کو اپنی موت پر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے، اللہ تعالےٰ ہمیں خوش عقیدگی نصیب فرمائے اور بد عقیدگی سے بچائے۔ آمین

---

۱ : مشکواۃ ص ۵۴۹ - دلائل النبوۃ - بیہقی ج ۷ ص ۲۱۱

مؤلفِ کتاب ھٰذا کی دیگر تصانیف

یزید اہلِ اسلام کی نظر میں: نئی آب تاب کیا تھ، تحقیق جدید پر
شدید، قرآن و احادیث و تاریخ و اقوال آئمہ اعلام

تحقیق دُعا بعد نماز جنازہ: مطبوعہ ہدیہ ۵ روپے

اھداء السلام والصلوٰۃ: فضائل درود، وصیغ درود۔ مطبوعہ ۵ روپے

آداب نماز: ـــــ تیسری بار طبع ہو رہی ہے۔

مقامِ معاویہ رضی اللہ عنہ: ـــــ مطبوعہ۔ ہدیہ ۲ روپے

فتاوٰی سراجیہ: ـــ مختلف مسائل نماز۔ مطبوعہ۔ ۵ روپے

قیامت کب آئے گی: ـــــ مطبوعہ۔ ۵ روپے

کراماتِ غوثِ اعظم: ـــ مطبوعہ۔ ۶ روپے

صدائے کاظمی: غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب
کی تقاریر کا اہم مجموعہ۔ ہدیہ ۵ روپے

جامعہ سعدیہ عزیز العلوم (رجسٹرڈ) اوچ شریف